اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۸، شمارہ۳، مسلسل شمارہ:۳۶۹، سال ۲۰۲۳ء

احمد ندیم قاسمی اور اقبال کی ذہنی ہم آہنگی

منیر حسین، پی ایچ ڈی

سبجیکٹ سپیشلسٹ (اردو)

ٹائین راولاکوٹ آزاد کشمیر

INTELLECTUL HORMONEY BETWEEN
IQBAL AND AHMAD NADEEM QASMI

Munir Hussain, PhD
Subject Specialist (Urdu)
Tain Rawalakot, AK

منیر حسین

Abstract

The philosophy of Allama Muhammad Iqbal is so rampant that it occupies Universal value in modern world. A lot number of poets engulf the theme of his great philosophy in their own capacity. Ahmad Nadeem Qasmi is famous representative poet and short story writer of Urdu. Although he was an enthusiastic figure of progress Writers Movement but also inspired by Allama Iqbal. Nadeem inwardly engrave aroma of Iqbal's philosophy in his poetry. His numerous verses reflect the weight of Iqbal's philosophy i.e. dignity of Humanity, Ishaq, Iblis, Critic over Western Imperialism, Life after Death and Fine Arts. His poems and Ghazals show owning of Iqbal rhymes, phrases, allusion and diction. The article explores different shades of the intellectual hormoney between Iqbal and Ahmed Nadeem Qasmi through their verses.

Keywords:
Philosophy, Hierarchy, Aroma, Engulf, Ghazals, Cordial, Imperialism, Allama Iqbam, Ahmad Nadeem Qasmi.

فکر اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) متنوع رنگوں کا ایک گل دستہ ہے۔ اس میں ابھرنے والے مختلف اتار چڑھاؤ اور مد و جزر پل پل سوچنے اور جائزہ لینے پر اکساتے ہیں۔ اقبال کی فکر فن کارانہ تخلیقی قوت، فلسفہ حیات، اعتدال و توازن کا ایک بحرِ بے کراں ہے۔ اقبال نے وسعت قلب و نظر، گہرے و عمیق مطالعے اور مشاہدے کے علاوہ شائستہ انداز فکر اور منفرد اسلوب بیاں کی بہ دولت ایک جہان معنی آباد کیا ہوا ہے۔ اقبال کے نغز گفتار میں تاریخ و تمدن، ثقافت اور معاشرت نیز فلسفہ و مذہب کے ان مول فن پارے موجود ہیں۔ افکار اقبال میں نزاکت احساس، توازن، تہذیبی اور ادبی قدروں میں وہ گہرائی، گیرائی اور وسعت ہے جو اپنے سحر میں مسحور کر لیتی ہے۔ اقبال ایک جہاں بین اور اثر آفرین اسلوب کے سحر ساز مفکر ہیں۔ ان کے افکار کی نظارگی صدیوں تک ادبی فیضان کا مصدر بنی رہے گی۔ ہر ذی فہم کو اللہ کی ذات نے فرق و تمیز کی قوت ودیعت کی ہے تاکہ اپنے ذوق، تفہیم، تحلیل اور تجزیے کی بہ دولت درست نتائج تک رسائی حاصل کر سکے۔ ادبی دنیا میں اقبال ایک ایسے نابغہ روزگار شخصیت ہیں جن کے فکر و فن سے بے شمار شعرا مستفیض و مستفید ہو رہے ہیں۔ اقبال نے بھی ابتدا میں امیر مینائی (۱۸۲۹ء۔۱۹۰۰ء) اور داغ دہلوی (۱۸۳۱ء۔۱۹۰۵ء) کا رنگ اختیار کیا اور جلد ہی غالب (۱۷۹۷ء۔۱۸۶۹ء) سے معنوی فیض حاصل کرنے لگے۔ ابتدائی کلام پر انگریزی شعرا کا اثر بھی نمایاں ہے۔ اقبال نے بہت سے شعرا کی بندشیں، ترکیبیں، اشعار بھی تضمین کیے ہیں۔ اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) اور احمد ندیم قاسمی (پ:۱۹۱۶ء) کے درمیان زمانی بعد نہیں ہے۔ دونوں کا مسکن و مولد بھی پانچ دریاؤں کی سرزمین پنجاب ہے، اس لیے ندیم نے کمال ہنر مندی اور چابک دستی کے ساتھ اقبال کے افکار و خیال کو نہایت نفاست، شدت، رفعت، عمق اور وسعت کے ساتھ اپنے فکری تخیلات کو تجربات میں تبدیل کر لیا۔ اقبال سے فکری اور معنوی ارتباط حاصل کرنے والوں میں احمد ندیم قاسمی بھی شامل ہو گئے۔ ان کی شاعری میں افکار اقبال کا ذخیرہ موجود ہے۔ اقبال کی فنی، علمی اور تخلیقی بصیرتوں اور احمد ندیم قاسمی کے رجحانات کو دیکھیں تو ان دونوں میں خوش گوار تطابق اور تشابہ نظر آتا ہے۔

اقبال کی ولادت کے انتالیس سال بعد یعنی ۲۰ نومبر ۱۹۱۶ء میں احمد ندیم قاسمی پنجاب کی وادی سون سکیسر موجودہ ضلع خوشاب میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں انگہ سے حاصل کرنے کے بعد گریجوایشن پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے کی۔ وہ بزم اقبال، لاہور کے دس سال تک اعزازی سیکرٹری رہے۔ اس کے علاوہ مجلس ترقی ادب، لاہور کے ناظم کے فرائض منصبی بھی سرانجام دیتے رہے۔ انھوں نے بے شمار

اخبارات، رسال و جرائد کے لیے بھی خدمات سر انجام دیں۔ وہ ایک درجن شعری مجموعے **دھڑکنیں، رم جھم، جلال و جمال، شعلہ گل، دشت وفا، محیط، دوام، لوح خاک، جمال، بسیط، ارض و سماء** اور **انوار و جمال** کے خالق ہیں۔ ابتدا میں اپنا تخلص احمد رکھا لیکن بعد میں غزل گو شاعر خاطر غزنوی (۱۹۰۵۔۱۹۷۱ء) کی تجویز پر اپنا تخلص تبدیل کر کے ندیم رکھ لیا۔ احمد ندیم قاسمی آٹھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے اور آپ کی پرورش چچا نے کی۔ اس چچا کی اقبال کے ساتھ جو نسبت تھی اس کے متعلق احمد ندیم قاسمی **جلال و جمال** میں لکھتے ہیں کہ سیالکوٹ میں چچا جان مرحوم شمس العلما میر حسن (۱۸۴۴۔۱۹۲۹ء) کے شاگرد رہ چکے تھے اور ڈاکٹر اقبال کے ہم سبق تھے، اس لیے بچپن سے اقبال کی شاعری سے خاصا انس پیدا ہو گیا تھا۔(۱)

جب مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸۔۱۹۳۱ء) کا انتقال ہوا تو احمد ندیم قاسمی نے ان کی وفات پر ایک نظم لکھی جو روزنامہ **سیاست** کے جنوری ۱۹۳۱ء کے سنڈے ایڈیشن کے صفحہ اول پر شائع ہوئی۔ اس نظم کی اشاعت کے بعد انھیں کئی تعریفی مکتوب موصول ہوئے اور سب سے اہم داد اقبال کی طرف سے تھی۔ انھوں نے ۲۸ جون ۱۹۳۷ء کو عبدالمجید سالک (۱۸۹۴۔۱۹۵۹ء) کے ہم راہ اقبال سے شرف ملاقات بھی حاصل کیا۔ ان کے اقبال سے تاثر کے متعلق جمیل یوسف (۱۹۳۹ء) لکھتے ہیں کہ چھوٹی عمر میں ہی ندیم صاحب کو کلام اقبال حفظ ہو گیا تھا شعر گوئی کا آغاز ہوا تو علامہ اقبال کا تتبع لازمی بات تھی انھوں نے مجھے بتایا کہ مشق سخن کی غرض سے انھوں نے اقبال کے اردو کلام **بانگ درا** (۱۹۲۴ء) کی تقریباً ہر نظم کی تقلید میں انھی عنوانات پر اور آہنگ میں نظمیں لکھیں۔ علامہ اقبال کے رنگ میں لکھی گئی ملی نظمیں ندیم اس دور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے عوام جلسوں میں خود ترنم سے پڑھ کر سناتے تھے۔(۲)

احمد ندیم قاسمی اپنے مجموعہ کلام **جلال و جمال** کی ایک نظم "معمار عالم" کی پیشانی پر خود تحریر کرتے ہیں کہ "ابلیس کی ذہنیت اقبال کے ابلیس سے مستعار" کلام اقبال میں حسن فطرت اور اس کے مظاہر کی نمائندگی موجود ہے۔ اقبال نے مخصوص علامتوں کے ذریعے فطرت نگاری کو مصور کیا ہے۔ ندیم کی شاعری میں فطرت نگاری کا جو انداز بیاں ہے اس میں اقبال کی خوشہ چینی کی گئی ہے۔ ڈاکٹر ناہید قاسمی اس کے متعلق لکھتی ہیں کہ احمد ندیم قاسمی مناظر فطرت میں اقبال کی طرح انسان کو بھی ضرور جیتا جاگتا اور چلتا پھرتا دکھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس طرح یہ مناظر زندگی کی بھرپور عکاسی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔(۳)

اقبال نے مغرب کی استعماری طاقتوں کے باہمی جنگ و جدل کو جنگ عظیم اول (۱۹۱۴۔۱۹۱۸ء) میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ ندیم قاسمی نے جنگ عظیم اول کے دوران پیدا ہوئے اور دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹۔۱۹۴۵ء) کی ہولناکیوں کے مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ان دو جنگوں کے دوران ان دونوں شعرا کا وطن اغیار کے قبضے میں تھا۔ دونوں نے استعمار دشمنی کو کھل کر بیان کیا ہے۔ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کے متعلق اقبال لکھتے ہیں:

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات(۴)

مغرب کے سفاک سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ نظام زر نے عیاری و مکاری کے ساتھ غریب، بے بس اور مجبور اقوام کے وسائل پر قبضہ کر کے ان محکوم اقوام کو غربت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا لیکن مغربی اقوام خود آتش سوزاں کی بہ دولت ایک دوسرے کی دشمن بن گئیں اور دنیا کو دو عظیم جنگوں کی صورت میں لاشوں کے انبار تحفے کے طور پر ملے۔ مغرب کی ان سفاکانہ اور فتنہ سامانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ندیم مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کے متعلق کہتے ہیں:

کتنا بے درد ہے سرمایہ پرستی کا نظام
اپنے رازق کا لہو پی کے تنا پھرتا ہے(۵)

اور

مال چوری کا جو تقسیم کیا چوروں نے
نصف تو بٹ گیا بستی کے نگہبانوں میں(۶)

مغرب کی استعماری طاقتوں کا بھیانک چہرہ وہ اس طرح دکھاتے ہیں:

میں شاہراہوں پہ لاشوں کے ڈھیر دیکھ چکا
میں رقص گاہوں میں لاکھوں کو سیر دیکھ چکا(۷)

مغرب کی آدم کشی کی اس طرح تصویر کشی کرتے ہیں:

گھروں کے آنگنوں میں سربریدہ سائے بیٹھے ہیں
زمین کے قاتلو! یہ آپ کے ماں جائے بیٹھے ہیں(۸)

اقبال نے اگر لیگ آف نیشن کو "کفن دزدے چند" کہا تو قاسمی نے اقوام متحدہ کے شرمناک کردار کو بھی اس طرح واضح کیا ہے کہ یہ انجمن بھی چند بڑے ممالک کی لونڈی ہے اور اس میں انصاف یاانسانیت نام کی کوئی رمق نہیں ہے۔ سرمایہ دار ممالک اس ادارے کو بھی اپنے مخصوص مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ در حقیقت یہ ادارہ اپنے قیام سے لے کر آج تک استعماری طاقتوں کے دیواستبداد، ستم رانیوں اور شیطنت کے علاوہ کوئی اہم کارہائے نمایاں سر انجام نہیں دے سکا۔

اقوام کی انجمن کا دفتر ابلیس زماں کی راج دھانی(۹)

اللہ نے قرآن مجید میں انسان کو احسن تقویم کا خطاب دیا ہے تا کہ انسان ہر حال میں عادل، پر وقار، باعمل، پر امید اور صلح کل کے نمونے سے زندگی بسر کرے۔ انسان کو اس بسیط کائنات میں رہتے ہوے اپنی خودی کو پہچاننا اور پھر اس کی بقا اور حفاظت کے لیے مسلسل سعی و عمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ تسخیر کائنات، فلسفہ ارتقا اور عالم گیر جذبہ محبت انسان آمیز اور انسانیت آموز عوامل کی بہ دولت ہی عظمت انسانی کی عکاسی ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی فارسی نظم "تسخیر فطرت" اور اردو نظم "روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے" میں عظمت انسانی کے جن پہلووں کی نشان دہی کی ہے، ندیم نے اپنی نظم "گجر بجادو" میں ان کی تکمیل کر دی ہے۔ اقبال عظمت انساں کے گن گاتے ہیں، ندیم کی شاعری میں بھی عظمت انساں کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ اقبال اپنے خطبات میں تحریر کرتے ہیں کہ بر عکس اس کے اس کی پہلی نافرمانی وہ پہلا اختیاری عمل تھا جو اس نے اپنے ارادے اور اپنی مرضی سے کیا یہی وجہ کہ ارشاد قرآنی کے مطابق آدم کا یہ گناہ کر دیا گیا۔(۱۰)

ندیم اس کو شعری قالب میں اس طرح ڈھالتے ہیں:

آدمی نے پوری جنت ہاردی
صرف اک گندم کے دانے کے لیے(۱۱)

مزید لکھتے ہیں:

فردوس میں اک گناہ کے بدلے
انسان نے کائنات پا لی(۱۲)

تمام عمر کی مشق گناہ میں نہ ملی
وہ سرخوشی جو مرے اولین گناہ میں ہے(۱۳)

اقبال اپنے تیسرے خطبے میں تحریر کرتے ہیں:

"وہ (انسان) ایک ایسی خود مختار شخصیت کا مالک ہے جو شک بھی کر سکتا ہے اور نافرمانی بھی۔ ہبوط کا مطلب کوئی اخلاقی گراوٹ ہر گز نہیں یہ تو انسان میں شعور کی پہلی سادہ حالت کی جگہ شعور ذات کی پہلی چمک ہے یہ ایک طرح کی خواب فطرت سے بیداری تھی۔"(۱۴)

ندیم کہتے ہیں:

ہبوط آدم و حوا پر جب بھی غور کروں
تو کہکشاں مجھے گرد سفر نظر آئے(۱۵)

انسان نے خلا کو چھوڑ کر اس سیارے کو اپنا مسکن بنایا۔ اس سیارے پر ہر قسم کی مادی آسائشوں کا اہتمام کیا۔ ان کارہائے نمایاں کو دیکھ کر خدا بھی انسان پر رشک کرنے لگا۔ اقبال انسان کی عظمت کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس طرح بیان کرتے ہیں:

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں؟
کارجہاں دراز ہے، اب میرا انتظار کر!(۱۶)

ندیم کے ہاں بھی عظمت آدم کا موضوع اپنی پوری وسعت اور رنگارنگی کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ وہ بھی انسان کی مادی ترقی کو کافی خیال نہیں کرتے بل کہ انسان کی حقیقی عظمت ان کی شاعری میں نظر آتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ایک آواز مسلسل پیچھا کرتی ہے
انسانو! میں باغ بہشت میں تنہا ہوں(۱۷)

اور

بہشت کی رفعتیں ابھی تک ندیم کے انتظار میں ہیں
کہ اب بھی ذرے چمک رہے ہیں فلک پہ آدم کی رہگزر کے(۱۸)

ندیم بھی اقبال کی طرح انسانی عظمت کے معترف ہیں اور سرمایہ داری ، جاگیرداری، شہنشاہیت، ظلم وجبر اور استحصال سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ ندیم ترقی پسندوں کی طرح مذہب سے بیزار ہو کر عظمت آدم کے معترف نہیں بل کہ انسان کی عظمت کے زبردست نغمہ گر ہیں۔ وہ روح اور مادے کی

ثنویت کے قائل نہیں ہیں۔ انسان کی باطنی قوت اور اس کے جوہر کے زبردست قائل ہیں۔ صادق گوہر اس کے متعلق لکھتے ہیں:

> ”اقبال کے تصور عظمت آدم ہی کو لیں تو احمد ندیم قاسمی اس سفر میں بہت دور تک اقبال کا ساتھ دیتے ہیں۔“ (۱۹)

حیات بعد الموت دنیا کا ایک معرکہ آرا مسئلہ ہے۔ اقبال نے اس خوف سے چھٹکارا پانے کے لیے خودی کو مستحکم کرنے کا درس دیا ہے جو موت کی سختی کے اثرات کو زائل کر دے۔ اقبال نے **جاویدنامہ** (۱۹۳۲ء) میں ٹیپو سلطان (۱۷۵۰۔۱۷۹۹ء) کا "حقیقت حیات و مرگ شہادت" کے تحت جو پیغام دیا ہے اس کی بہ دولت مسلمان کے اندر موت کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔ ندیم بھی اس نکتے کی وضاحت کرتے ہیں کہ حقیقت میں موت سے انسان فنا نہیں ہوتا کیوں کہ اگر موت سے انسانیت کو ختم کرنا مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ انسان کو اشرف المخلوقات پیدا ہی نہ کرتا۔ قاسمی موت کے متعلق لکھتے ہیں:

موت کیا چیز ہے؟ افسردہ خیالات کا بھوت
موت کیا چیز ہے؟ تاریک نگاہی کا ثبوت
موت دراصل تصور کی پریشانی ہے
موت انسان کے ادراک کی حیرانی ہے(۲۰)

جب کہ اقبال موت کی حقیقت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا اگر نقش حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظام کائنات
ہے اگر ارزاں تو یہ سمجھو اجل کچھ بھی نہیں
جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں(۲۱)

ندیم کا بھی خیال ہے کہ موت کے ہاتھوں انسان فنا نہیں ہو سکتا بل کہ یہ ایک ارتقا کا عمل ہے جس میں سے ہر انسان کو گزرنا پڑتا ہے اس لیے وہ کہتے ہیں:

فانی ہے انسان تو کیسے لاکھوں برس سے زندہ ہے
سب دھندا ہے عجز نظر کا، ساری بات بنائی ہوئی(۲۲)

اس فلسفے کی توضیح میں ندیم کے بہت سے اشعار موجود ہیں۔ فنون لطیفہ ہماری تہذیبی شناخت کا ایک اہم جزو ہیں۔ مسلمانوں نے فن تعمیر، موسیقی، مصوری اور شاعری کے عظیم شاہ کار دنیا کے سامنے پیش کیے ہیں جن میں ان کے جلال و جمال کا عکس نظر آتا ہے۔ اقبال کے نزدیک وہی ادبیات و فنون لطیفہ قابل تقلید ہیں جن سے انسانی خودی بیدار ہوتی ہے۔ فنون لطیفہ میں شاعری کے متعلق اقبال کے جو افکار ہیں ندیم کے لیے وہ بھی قابل تقلید ہیں۔ اقبال کے نزدیک شاعری کا مقصد خودی کی بیداری ہے تاکہ اس سے بانگ اسرافیل اور نغمہ جبریل کا کام لیا جاسکے۔ ندیم اس حوالے سے کیسے سوچتے ہیں دیکھیے:

شاعری فن بھی ہے اور زیست کی تفسیر بھی ہے
یہ میرا خون بھی ہے، خون کی تحریر بھی ہے(۲۳)

فنون لطیفہ میں رقص و موسیقی کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اقبال اس رقص و موسیقی کو قابل تقلید خیال کرتے ہیں جس کی بہ دولت بدن کے بہ جائے روح کو غذا ملے، اقبال اس کے متعلق لکھتے ہیں:

چھوڑ یورپ کے لیے رقص بدن کے خم و پیچ
روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم اللّٰہی!
صلہ اس رقص کا ہے تشنگی کام و دہن
صلہ اس رقص کا درویشی و شاہنشاہی(۲۴)

ندیم رقص و موسیقی کے متعلق اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں:

یہ رقص و نغمہ، یہ شعرو ادب، یہ حکمت و فن
حیات کش ہیں، نہیں ہیں اگر حیات آموز
فقط فسوں تصور، فقط طلسم خیال
یہ آسمان کے ستارے نہیں زمین افروز
نکل کر دھند سے جو کہر میں اتر جائے
اس آفتاب کے طالب نہیں مرے شب و روز(۲۵)

افکار اقبال میں تصور عشق کا مفہوم روایتی شاعری سے منفرد ہے۔فلسفہ اقبال میں اس کا مفہوم یقین و ایمان، قوت تسخیر و عمل ہے اس کی یہ دولت انسان روحانی، الہامی اور قلبی واردات تک رسائی حاصل کرتا ہے۔صدق خلیل، معرکہ بدر و حنین، صبر حسین جیسے عوامل عشق کے بنیادی محرکات ہیں۔آرزومندی، جست جو، خود آگہی، دم جبریل، دل مصطفی جیسی مختلف کیفیات کا منبع ہے۔اقبال کے نظریہ عشق کی اساس خالصتاً اسلامی عقائد پر ہے۔واقعہ معراج کمال عشق کی ایک مثال ہے جس کے متعلق اقبال لکھتے ہیں:

عشق کی اک جست نے طے کردیا قصہ تمام
اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں(۲۶)

ندیم ترقی پسند تحریک کے سرگرم رکن رہے ہیں لیکن ان کی شاعری میں عشق مجازی کے نقوش ابتدا میں نمودار ہوتے ہیں اور جلد اس منزل کو عبور کر جاتے ہیں۔ان کا عشق وحشت بننے سے محفوظ رہتا ہے۔یہ عشق آزمائشوں، مصیبتوں اور تکلیفوں میں حوصلہ بخشتا ہے۔لیکن ان کی شاعری میں عشق حقیقی کا عکس وہی ملتا ہے جس کے خدوخال کلام اقبال میں نمایاں ہیں۔ندیم عشق کی قوت کا اندازہ اس طرح لگاتے ہیں:

آنکھ کی ایک جھپکی میں بیتا کتنے برس کا قرب جمال
عشق کے ایک پل میں گزرے ہیں کتنے قرن، کتنی صدیاں(۲۷)

ندیم کے ہاں عشق حقیقی کی جو عکاسی ہے اس پر فکر اقبال کے سائے بہت گہرے ہیں اور اقبال کی فکر کو ساتھ لے کر چلتے ہیں اور ایسے شہ پارے تخلیق کرتے جن میں جلال و جمال اور قلب و نظر کا حسین امتزاج موج زن ہوتا ہے:

یہ سوچ سوچ کے حیران ہیں فرشتے بھی
کہاں کہاں شب اسریٰ ہوئی رسائی تیری(۲۸)

حسن ہے صحن چمن، عشق ہے صحرائے بسیط
جس سے کترا کے نکل جاتی ہے امواج صبا(۲۹)

اگر ندیم کی نظموں کا ژرف نگاہی سے جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان پر اقبال کے اثرات کی چھاپ انتہائی گہری ہے۔ندیم نے انھی موضوعات کو منتخب کیا جن میں اقبال کا عکس نظر آتا ہے۔ان

نظموں کا رنگ ڈھنگ اور لفظیات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ندیم نے فکر اقبال سے جی بھر کر خوشہ چینی کی ہے۔ ندیم کی نظم "معمار عالم" کو دیکھ کر اقبال کی نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" کی تصویر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتی ہے۔ ندیم اس نظم میں تحریر کرتے ہیں:

قول کو پاک رکھو فعل کی آلائش سے
اس کے ادراک میں اندھیر مچائے رکھو
جن کے فیضان سے مضبوط ہے بدعت کا نظام
ان روایات کا دیوانہ بنائے رکھو(۳۰)

ندیم کے تخیل کی آسمان گیری بھی اقبال سے متاثر معلوم ہوتی ہے۔ ندیم نے جو تلمیحات استعمال کی ہیں اس کے مطلق ڈاکٹر وزیر آغا(۱۹۲۲۔۲۰۱۰ء) رقم طراز ہیں کہ ندیم کے ہاں پرانی تلمیحات کو نئے مفہوم میں استعمال کرنے کی روش بھی اقبال ہی کی غماز ہے۔(۳۱)

اگر ندیم کی غزلوں کو دیکھا جائے تو ان پر بھی اقبال کے اسلوب کے گہرے نقوش نظر آتے ہیں۔ ندیم کی غزلوں میں حرکت و عمل، امید و جست جو اور عشق کے جو تصورات نمایاں ہوتے ہیں وہ اقبال کی غزلوں سے گہری مشابہت رکھتے ہیں۔اقبال کی لفظیات، بحروں، فکر و خیال، رنگ و آہنگ، علامات، تلمیحات، ستارے، جگنو، فرہاد، کوہ کن اور قیس کو ندیم نے اقبال کی طرح برتا ہے۔ اس طرح اقبال کا فکر اور فن دونوں ندیم کی شاعری میں جھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ فتح محمد ملک (۱۹۳۶ء) اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ ندیم نے اپنے فوری پیش روؤں کی غزل سے اکتساب فیض کر کے اقبال کے جلال و قوت سے لب ریز رنگ تغزل میں جمالیاتی نرمی اور نزاکت میں گراں قدر اضافہ کیا۔(۳۲)

احمد ندیم قاسمی نے اپنے مجموعہ کلام **لوح خاک** میں "بہ خدمت اقبال" کے عنوان سے ایک نظم تحریر کی ہے جس میں اقبال کے احسانات کا تفصیلی ذکر کیا ہے کہ عہد فردا میں جو بھی تاریخ لکھی جائے گی اس کے عنوانات اقبال کے شعروں سے لیے جائیں گئے۔ ندیم اور اقبال کے ذہنی اور فکری ارتباط کو کسی پیمانے سے نہیں ناپا جاسکتا۔ دونوں نے غریب اور محنت کش طبقے کے حقوق کے لیے ہمیشہ ہر فورم پر آواز بلند کی۔ اقبال نے تحریک پاکستان کی عملی جدوجہد میں حصہ لے کر مسلمانوں کی راہ نمائی کی۔ ندیم نے مسلم لیگ کے جلسوں میں اقبال کی نظمیں سنا کر اپنا حق ادا کیا۔ اقبال پاکستان بنتا ہوا نہ دیکھ سکے لیکن ندیم نے اپنی

آنکھوں سے مملکت خداداد کے قیام اور سقوط ڈھاکہ کے الم ناک قومی سانحہ کو بھی دیکھا۔ جمیل اصغر، ندیم کی شاعری پر اقبال کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> "احمد ندیم قاسمی کا شمار ایسے شعرا میں ہوتا ہے جنھوں نے اقبال کی اندھا دھند تقلید کے بجائے خود کو اقبال کے اکتساب نور تک محدود رکھا۔ ان کی شاعری میں فکری و فنی اعتبار سے اقبال کے نقوش کی مدھم اور دل کش لہریں محسوس ہوتی ہیں۔"(۳۳)

احمد ندیم قاسمی نے اپنے شخصی خاکوں کے مجموعے **میرے ہم قدم** (۲۰۰۷ء) میں اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ انجمن حمایت اسلام کی گولڈن جوبلی کے موقع پر جو "پیغام عمل" کے عنوان سے نظمیں لکھنے کا مقابلہ ہوا تھا اس میں انھیں سونے کا تمغہ ملا تھا۔ ان کے انعام کا محرک اقبال کی شاعری کا مطالعہ تھا۔ ان کا ایک تنقیدی مجموعہ بہ عنوان **معنی کی تلاش ہے** جس کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ خصوصی مطالعہ۔۔۔ اقبال کے عنوان سے ہے جس میں اقبالیات پر سات پر مغز مقالے شامل ہیں۔ ان مقالوں میں وسعت نظر اور گہرائی فکر کے جملہ عناصر کی موجودگی ان کی اقبال فہمی کی غمازی کرتی ہے۔ ندیم نے ایک انٹرویو میں اس بات کا اعادہ کیا کہ وہ اقبال سے متاثر ہیں۔ انٹرویو کے دوران ان سے یہ سوال کیا گیا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ڈکشن اور اسلوب کے ضمن میں علامہ اقبال سے متاثر ہیں تو انھوں نے جواب دیا:

> "یقیناً متاثر ہوں مگر صرف اقبال سے نہیں غالب اور اقبال دونوں سے! پھر میرا یہ عمل شعوری نہیں ہے۔ دونوں شاعر میرے محبوب ہیں۔ چناں چہ ان سے متاثر ہونا لازمی ہے۔ اور میں کسی سے متاثر ہونے کو گناہ نہیں سمجھتا۔ یہ تو اکتساب فن کا عمل ہے اور فن اکتساب کے بغیر اپنے ارتقائی سفر کو جاری نہیں رکھ سکتا۔"(۳۴)

اگر ندیم کے افکار کا تفصیلی تجزیہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی فکری اور فنی نشوونما میں اقبال کا فیضان شامل ہے۔ اقبال کے افکار عالیہ اتنے سایہ دار ہیں کہ ان سے فیضان فطری بھی ہے۔ ندیم کی شعوری کوشش تھی کہ افکار اقبال سے استفادہ سے وہ مقام حاصل کیا جائے کہ عالمی ادب میں ایک شناخت قائم ہو جائے۔ ڈاکٹر ایوب صابر (پ:۱۹۴۰ء) نے اپنی کتاب بہ عنوان **اقبال دشمنی ایک مطالعہ** میں اس بات کا انکشاف بھی کیا ہے کہ ۱۹۴۹ء میں جب احمد ندیم قاسمی انجمن ترقی پسند مصنفین کے سیکرٹری جنرل کے عہدہ پر فائز تھے مظہر علی خان کے گیراج میں ایک اجلاس میں اقبال کے خلاف ایک مقالہ بھی پڑھا تھا۔ فیض احمد فیض (۱۹۱۱۔۱۹۸۴ء) بھی ترقی پسند تحریک کے زوال کے اسباب میں احمد ندیم قاسمی کو

موردِ الزام ٹھہراتے کہ جنھوں نے انجمن کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے اقبال کو منہدم کرنے کا حکم سنایا تھا۔ انجمن ترقی پسند مصنفین کا شیرازہ جلد بکھر گیا۔ اس کے بعد ندیم کے خیالات میں بھی تغیر آ گیا اور دوبارہ اقبال کے معتقد ہو گئے۔ احمد ندیم قاسمی اپنے ایک خط بہ نام فتح محمد ملک محررہ ۲۲، ستمبر ۲۰۰۱ء میں تحریر کرتے ہیں:

> "رہے علامہ اقبال، تو میں نے ان کے ایک معتقد اور معترف ہونے کے باوجود، ان کے طرز عمل پر تین چار اعتراضات کیے ہیں۔" (۳۵)

اس خط کے بعد ندیم اپنی تصنیف **پس الفاظ** (۲۰۰۳ء) میں شامل ایک مضمون "ادب اور بڑے لوگ" میں اقبال سے اپنی عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ "ہم کسی بھی قومی مسئلے کا ذکر کریں تو اقبال کا حوالہ دیے بغیر آگے نہیں بڑھتے"۔ ندیم نے اپنی نوے سالہ زندگی کی انجمن آرائی کے دوران مختلف و متنوع ادبی اصناف میں طبع آزمائی کی۔ یہ ان کے کردار کا حسن ہے کہ انھوں نے قومی، ملی اور آفاقی دائروں کے فنی کمالات کا ہمہ گیر اعتراف کیا معاشی انصاف اور، انسانی مساوات کے علم بردار رہے۔ برطانوی سامراج کے خلاف قلمی جہاد کیا۔ وہ اقبالیات کے بحر ذخار کی شناوری کے بعد ترقی پسندوں میں شامل ہو کر اس کی قیادت کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔ ندیم نے اقبال کی طرح مارکسیت کی تحسین اسلامی انقلابی آرزومندی کے تناظر میں کی ہے۔ وہ مروجہ اسلام کے بہ جائے اسلام کی حقیقی روح پر پختہ ایمان رکھتے تھے جو اقبال کے فکر و فن میں عکس ریز ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) احمد ندیم قاسمی، جلال و جمال، (لاہور: اساطیر، چونتیسواں ایڈیشن، ۲۰۰۰ء)، ۱۲۔

(۲) ماہانہ اردو ڈائجسٹ، جلد ۴۸، شمارہ نمبر ۶، (لاہور، جون ۲۰۰۸ء)، ۲۳۰۔

(۳) نائید قاسمی، جدید اردو شاعری میں فطرت نگاری: ۱۸۷۴۔۲۰۰۰ء، (کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۲ء)، ۲۶۔

(۴) محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو) (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۲ء)، ۲۹۹۔

(۵) احمد ندیم قاسمی، ندیم کی نظمیں (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ۹۵۱۔

(۶) احمد ندیم قاسمی، بسیط (لاہور: اساطیر، اشاعت دوم، ۲۰۰۶ء)، ۱۹۔

(۷) احمد ندیم قاسمی،ندیم کی نظمیں،۸۸۵۔

(۸) ایضاً،۴۱۱۔

(۹) احمد ندیم قاسمی،ارض و سما (لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۷ء)، ۱۱۴۔

(۱۰) محمد اقبال، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، مترجم نذیر نیازی،(لاہور:اقبال اکادمی، ۱۹۹۲ء)،۱۶۲۔۱۶۳

(۱۱) احمد ندیم قاسمی،بسیط ،۱۱۸۔

(۱۲) احمد ندیم قاسمی،ندیم کی غزلیں (لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۶ء)،۴۶۵۔

(۱۳) ایضاً،۴۲۲۔

(۱۴) محمد اقبال، خطبات اقبال،مترجم شریف کنجاہی مذہبی افکار کی تعمیر نو،۱۰۱۔

(۱۵) احمد ندیم قاسمی،ندیم کی غزلیں،۲۷۸۔

(۱۶) محمد اقبال،کلیات اقبال (اردو)،۲۹۹۔

(۱۷) احمد ندیم قاسمی،ندیم کی غزلیں،۷۹۔

(۱۸) ایضاً،۴۴۳۔

(۱۹) صادق حسین گوہر،جدید غزل پر اقبال کے اثرات، مقالہ ایم فل،(اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،۱۹۹۹ء)، ۲۱۹۔

(۲۰) احمد ندیم قاسمی،ندیم کی غزلیں،۱۰۷۲۔

(۲۱) محمد اقبال،کلیات اقبال (اردو)،۲۳۱۔

(۲۲) احمد ندیم قاسمی،ندیم کی غزلیں،۵۳۶۔

(۲۳) احمد ندیم قاسمی،بسیط،۱۷۔

(۲۴) محمد اقبال،کلیات اقبال (اردو)،۵۹۶۔

(۲۵) احمد ندیم قاسمی،ندیم کی غزلیں،۶۸۲۔

(۲۶) محمد اقبال،کلیات اقبال(اردو)،۳۱۰۔

(۲۷) احمد ندیم قاسمی،ندیم کی غزلیں،۵۲۲۔

(۲۸) احمد ندیم قاسمی،انوار جمال، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۷ء)،۷۵۔

(۲۹) احمد ندیم قاسمی،ندیم کی غزلیں،۵۴۱۔

(۳۰) ایضاً،۹۶۳۔

(۳۱) وزیر آغا،اردو شاعری کا مزاج ،(لاہور: مکتبہ عالیہ، چھٹا ایڈیشن،۱۹۹۱ء)،۲۸۸۔

(۳۲) فتح محمد ملک،تعصبات، (لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۱ء)، ۱۵۳۔

(۳۳) جمیل اصغر، اقبال کے مقلد اردو شعراء، مقالہ ایم فل، (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۹۵ء)، ۱۹۲۔

(۳۴) ضیاساجد، مٹی کا سمندر، (لاہور: مکتبہ القریش، ۱۹۹۱ء)، ص۵۲۰۔

(۳۵) فتح محمد ملک، ندیم شناسی، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء)، ۳۷۳۔

BIBLIOGRAPHY

- Ahmad Nadeem Qasmi, *Ārz-o Samā*, (Lahore: Sang-e Meel Publication, 2007).
- Ahmad Nadeem Qasmi, *Basīt*, (Lahore: Asateer, Ed.2nd, 2006)
- Ahmad Nadeem Qasmi, *Nadīm ki Ghazlain̲*, (Lahore: Sang-e Meel Publication, 2000).
- Ahmad Nadeem Qasmi, *Nadīm ki Nazmēn̲*, (Lahore: Sang-e Meel Publication, 2000).
- Fatha Muhammad Malik, *T'assobāt*, (Lahore: Sang-e Meel Publication, 1991).
- Fatha Muhammad Malik, *Nadīm Shanāsi*, (Lahore: Sang-e Meel Publication, 2011)
- Jameel Asghar, *Iqbāl ke Muqallid Urdū Sho'arā*, (Islamabad: AIOU MPhil Thesis, 1995).
- Muhammad Iqbal, *Kuliyāt-e Iqbāl (Urdū)*, (Lahore; Feroz Sons, 1972).
- Muhammad Iqbal, *Tashkīl Jadīd Īlāhiyāt-e Islāmiya*, (Lahore: Iqbal Aceadmy, 1992).
- Naihd Qasmi, *Jadīd Urdū Sha'irī men̲ Fitrat Nighārī*, (Karachi: Anjuman-e Taraqi Urdu, 2002).
- Wazir Agha, *Urdū Sha'irī ke Mizāj*, (Lahore: Muktaba Alia, 1999).
- Zia Sajid, *Mṭṭi ka Sumandar*, (Lahore: Muktaba al Quraish, 1991).

❖❖❖